عہدِ جدید کے مسائل اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام

زمانہ ایک حیات ایک کائنات بھی ایک
دلیلِ کم نظری قصۂ جدید و قدیم

ڈاکٹر شرف الدین[1]

زمان و مکان کی حدبندیوں سے گزر کر دیکھیں اور قدیم و جدید کی تقسیم سے ذرا بالاتر ہوکر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ انسان مسائل کا دوسرا نام ہے۔ روزِ ازل سے اس کی پیدائش خود ایک معرکۃ الآرا مسئلہ بن گئی۔ اور بڑے ردوکد اور بحث و تکرار کے بعد جب وہ پیدا ہو گیا تو خود مسائل پیدا کرنے شروع کر دیئے —— کسی اور کے لئے نہیں، آپ اپنے لئے۔ وہ مسائل پیدا کرتا رہا اور خود ہی ان میں الجھتا رہا۔ فراموش کاری اس کی فطرت تھی اور ظلم و عدوان اس کی سرشت۔ اور بہ نظرِ غائر دیکھا جائے تو تمام فساد کی جڑ اسی کی اپنی ہی جبلت تھی، اور اس کا انجام نہ جانے کیا ہوتا اگر رحمتِ باری اس کی دست گیری کو آگے نہ بڑھتی۔ ابتدا ہی سے مشیت نے یہ اہتمام کیا کہ خدا کے برگزیدہ بندے حق کا پیغام لے کر آتے اور اسے بھولا ہوا سبق یاد دلاتے۔ اس زمین پر آنے والے پہلے انسان کی سرگزشت بھی یہی تھی اور اس کے بعد آج تک ہر انسان کی سرگزشت یہی ہے۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام پہلے خطا کار انسان بھی تھے اور پہلے ہادی و پیغمبر بھی۔ ان کے بعد ہدایت اور پیغام رسانی کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ اور مختلف زمانوں میں مختلف مقامات پر

---

[1] شعبہ اردو جامعہ سندھ۔

انبیا آتے رہے اور خدا کے پیغام کو دہراتے رہے جن کی مجموعی تعداد لاکھ سے متجاوز بتائی جاتی ہے ۔ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (اور ہم نے نہیں ہلاک کیا کسی بستی کو مگر اس میں کوئی ڈرانے والا گزر چکا) ۔

ہر ملک ہر قوم ہر بستی میں خدا کے فرستادے آتے رہے اور اس کا پیغام سناتے رہے ۔ جب ایک نبی کی تعلیمات بھلادی گئیں یا امتدادِ زمانہ سے ان پر اوہام و خرافات کے دبیز پردے پڑ گئے تو دوسرے نبی نے آکر اس کی تجدید کی بھٹکے ہوئے کو سیدھی راہ پر لگایا ۔

ان تمام انبیا کا پیغام جو حضرت آدم سے لے کر حضرت موسیٰ تک مبعوث ہوئے، بنیادی اور اصولی لحاظ سے ایک تھا ۔ اگر ان میں کچھ فرق تھا تو محض ان وقتی اور مقامی امور و مسائل میں تھا جو ان کی اپنی اپنی اقوام کے ساتھ مخصوص تھے ۔ بالآخر انسان ارتقار کی منازل طے کرتا ہوا اس مقام پر پہنچ گیا کہ پوری دنیا ایک برادری یا ایک قومی وحدت شمار ہو سکے اس لئے مشیت مقتضی ہوئی کہ پوری دنیا کے لئے ایک اور آخری پیغام بھیجا جائے جو اتنا جامع اور مکمل ہو کہ ہر جگہ اور ہر زمانے کے لوگ اس سے ہدایت و رہنمائی حاصل کر سکیں یہ پیغام قرآن کی شکل میں نبی آخرالزمان پر نازل ہوا، جو ایک حرف کی کمی بیشی کے بغیر اپنی اصلی حالت میں آج بھی موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا ۔

قرآن خالق کائنات کا بخشا ہوا وہ آخری دستورِ زندگی ہے جو حال اور مستقبل کے مسائل یکساں طور پر حل کرنے کی اہلیت رکھتا ہے ۔ عہدِ ماضی میں وہ قوموں اور ملکوں کے مسائل حل کر چکا ہے ۔ عہدِ جدید کے مسائل حل کرنے کی اس میں صلاحیت ہے اور آنے والے دور کے مسائل بھی وہ اسی طرح حل کرے گا ۔

نبی اکرمؐ کا پیغام انسانیت کے نام خالق کائنات کا آخری پیغام ہے ۔ متعدد آیات و احادیث اس کی تصریح کرتی ہیں کہ آپؐ نبی آخرالزمان ہیں، آپ کا لایا ہوا پیغام رہتی دنیا تک بھٹکی ہوئی انسانیت کی رہنمائی کے لئے کافی ہے ۔ یہی وجہ

ہے کہ دوسرے انبیاء کے برعکس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہوئی کتاب کی حفاظت کا ذمہ 'رب السموات والارض' نے خود لیا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ[1] اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ[2]۔ اس پر دال ہیں۔

آپ سے پہلے جتنے انبیا آئے ان کی تعلیمات مٹتی گئیں کیونکہ مشیتِ الٰہی اسی کی مقتضی تھی۔ انبیاء کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ انسانیت ارتقاء کے مراحل سے تیزی کے ساتھ گذر رہی تھی۔ یہ عبوری دور تھا۔ معمورۂ ارض مختلف حصّوں میں بٹا ہوا تھا۔ جغرافیائی حدبندیاں ان میں حائل تھیں اس لئے مختلف خطہ ہائے زمین میں بسنے والی اقوام کے لئے الگ الگ پیغامبر بھیجے گئے۔ لیکن آپ کی بعثت مذہب کے ارتقاء کا وہ نقطۂ عروج تھا جو مذہبی تاریخ حضرت آدم سے لے کر اب تک طے کرتی آرہی تھی۔ بالآخرین کی عمارت کا آخری پتھر رکھ دیا گیا۔ مکمل نسخۂ ہدایت لے کر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم آگیا تو انسانیت کو یہ مژدہ سُنا دیا گیا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا[3]۔

آسمانی ہدایت کی ضرورت انسانِ ظلوم وجہول کی فطری ضرورت ہے، وہ اس سے بے نیاز ہوکر امن وسلامتی کی زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جب کبھی اس نے امتدادِ زمانہ سے انبیاء کی تعلیمات کو بُھلا دیا یا سرکشی کی بنا پر اس کو ماننے سے انکار کیا نت نئی الجھنوں میں مبتلا ہوکر اپنی تباہی اور ہلاکت کا سامان کرتا رہا اور اس وقت تک اسے سکھ چین نصیب نہ ہوا جب تک اس نے پھر ہدایت ربانی کی طرف رجوع نہیں کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیغام رسانی کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو وہ سب کچھ دے دیا گیا جس کی انسان کو قیامت تک ضرورت ہوسکتی تھی،

---

[1] بیشک ہمیں نے ذکر، (قرآن) اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

[2] بیشک ہمارے اوپر ہے اس (قرآن) کا جمع کرنا اور پڑھانا۔ [3] آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور تمہارے لئے اسلام کا دین پسند فرمایا۔

قرآن میں دستور زندگی کے وہ تمام بنیادی اصول درج کر دیئے گئے جن کی روشنی میں اجتماع انسانی اور عمران بشری کے وہ تمام مسائل حل کئے جا سکتے ہیں جو قیامت تک انسان کو پیش آئیں گے۔

دنیا انسان کے وضع کردہ مختلف نظامہائے زندگی کو آزما چکی ہے اور اس کا ہر تجربہ ناکامی پر ختم ہوا۔ انسانیت کل کی طرح آج بھی اپنی منزل کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ لیکن سعی و جستجو کا ہر قدم اسے منزل سے دور لے جا رہا ہے۔ وہ اپنے مسائل حل کرنا چاہتی ہے لیکن گتھیوں کو سلجھانے میں ناخن تدبیر کی ہر کاوش الٹے نتائج پیدا کرتی ہے۔ عقلاء اور مدبرین جن گرہوں کی عقدہ کشائی میں عمریں صرف کر دیتے ہیں وہ کھلنے کی بجائے اور پیچیدہ ہو جاتی ہیں۔ ایسا نہیں کہ وہ مسائل کا حل نہیں چاہتے۔ ان کی نیک نیتی ہر شبہے سے بالاتر ہے۔ ان کی دیانت مسلّم ہے۔ وہ بڑے خلوص کے ساتھ چاہتے ہیں کہ یہ مسائل حل ہوں، لیکن ان کی سب سے بڑی محرومی یہ ہے کہ انہیں ابھی تک رشتۂ کار کا وہ سرا نہیں مل سکا ہے جس کے بغیر تدبیریں اُلٹی ہو جاتی ہیں اور دوا کام نہیں کرتی۔

عہدِ جدید کی سب سے بڑی گمراہی جو اس کے جملہ مصائب کی ذمہ دار ہے یہ ہے کہ اس نے نظام کائنات کو بے خدا فرض کر لیا ہے۔ عناصرِ فطرت کی تسخیر نے انسان کو اتنا بدمست و بے خود بنا دیا ہے کہ اسے اپنے سے ماوراء کوئی بالاتر ہستی نظر نہیں آتی۔ ستاروں پر کمندیں ڈالنے میں اگر وہ کامیاب ہو گیا تو اس کی برخود افتاد نجانے ابھی کیا رنگ لائے گی۔ بہرحال اس کی فریب خوردہ عقل یہ باور کرنے کے لئے تیار نہیں کہ پس پردہ کوئی وجود ہے جو اس کارخانۂ ہستی کو چلا رہا ہے۔ اور اگر کسی درجے میں وہ یہ بات مانتا ہے کہ ماورائے ادراک و تعقل کوئی طاقتور ہستی ہے جو عناصر کے پردے میں سرگوشیاں کر رہی ہے تو اُس کی ناقص عقل ان صفات کا ادراک کرنے سے قاصر رہتی ہے جن سے وہ ہستی فی الواقع متصف ہے اور جن کے بغیر انسانی زندگی کے مسائل کو حل کرنے کی حد تک اس ہستی کا وجود اور عدم برابر ہے۔

عہدِ جدید کا انسان آج جتنے مسائل سے دوچار ہے، اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ ان

مسائل کی فہرست بہت طویل ہے۔ انسانی زندگی اتنی پرپیچ کبھی نہ تھی جتنی کہ آج ہے۔ سائنسی ترقیات نے گوکہ مادّی اعتبار سے زندگی کو اتنا آگے بڑھادیا ہے کہ بسا اوقات تصوّر کی پرواز بھی وہاں تک پہنچنے سے عاجز نظر آتی ہے۔ مگر زندگی کا اصل سرمایہ جسے سکونِ دماغ اور اطمینانِ قلب کہتے ہیں۔ اس سے عہدِ جدید کا انسان اتنا ہی محروم ہے جتنا کہ زمانہ ماقبل تاریخ کا انسان نام نہاد تہذیب وتمدّن سے بے بہرہ تھا۔

جنگ کے عفریت چنگھاڑ رہے ہیں اور ان کی ہر چنگھاڑ کے ساتھ انسانیت کا خون خشک ہوا جاتا ہے۔ مہلک ہتھیاروں کی ایجاد نے پوری انسانیت کو آتش فشاں کے دہانے پر لاکھڑا کیا ہے۔ ہر وقت یہی دھڑکا لگا ہوا ہے کہ یہ جوالا مکھی اب پھٹا کہ تب پھٹا، اور اس کے پھٹنے کے ساتھ ہی ساری دنیا آنِ واحد میں 'کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا' بن جائے گی۔

عہدِ جدید کا سب سے بڑا مسئلہ وہ ذہنی اضطراب اور دل کی بے چینی ہے، وہ خوف و ہراس ہے، جو پوری انسانیت کو وبا کی طرح اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے۔ کہا جاتا ہے، انسان نے بہت ترقی کرلی ہے۔ چاند پر پہنچنے کی کوششیں کررہا ہے، اسپٹنک ایج ہے۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ انسان سائنسی ایجادات کی دوڑ میں جس قدر آگے بڑھتا جارہا ہے اسی قدر اہل دنیا سے اس کی حقیقی مسرتیں چھنتی جارہی ہیں آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ ایک اور صرف ایک ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان 'وعدۂ الست' کو بھول گیا ہے۔ وہ اپنے خالق کو بھلا بیٹھا ہے۔ وہ اپنے آپ کو بھی بھولا ہوا ہے۔ آج کا انسان نہ خود کو پہچانتا ہے نہ خدا کو۔ اس کو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ وہ انسان ہے اور انسانیت کے کچھ تقاضے ہیں، وہ اشرف المخلوقات ہے، کچھ خصوصیات ہیں جو اُسے حیوان سے ممتاز کرتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ انسانی بستیاں خونخوار درندوں کا مسکن بن گئی ہیں، جن میں ایک انسان دوسرے انسان پر اس طرح غرّاتا ہے جس طرح بھیڑیئے خون آشام دانت نکالے اپنے شکار پر غرّاتے ہیں۔ اس صورت حال سے نکلنے کا صرف ایک راستہ ہے اور وہ یہ کہ انسان اس پیغام کی طرف لوٹ جائے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

آج سے چودہ سو سال پہلے لے آئے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کا بنیادی مقصد، دوسرے انبیاء کی طرح، اس وعدے کو یاد دلاتا تھا جو روزِ ازل خدا اور بندوں کے درمیان ہوا تھا۔ گویا یہ اس رشتے کی تجدید کا پیغام تھا جو خالق و مخلوق کے درمیان پایا جاتا ہے۔ اسی پیغام کو اساس بنا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تعلیمات دیں جنہیں اسلام کہا جاتا ہے۔ اسلام کی تعلیم کے مطابق یہ کائنات بے خدا نہیں۔ اسلام کا خدا بلا شرکتِ غیرے دنیا کا واحد خالق و مالک ہے۔ اسلام کا خدا پاک ہے، بے عیب اور بے نیاز ہے۔ نہ وہ بیٹا ہے نہ باپ۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ یہی وہ باتیں ہیں، جن کو اصطلاح میں 'توحید' کہتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا رب العالمین ہے، روزِ جزا کا مالک ہے، مالکِ یوم الدین، حکمرانی اور فرمانروائی کا حق صرف اسی کو ہے۔ اَلْاَرْضُ لِلّٰهِ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْاَمْرُ، زمین خدا کی ہے، ملک اسی کا ہے اور حکم بھی اسی کا ہونا چاہئے۔ اس کی زمین میں انسان کی حیثیت نائب کی ہے، وَجَعَلْنَاكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ۔ اسی لئے انسان کو یہ حق نہیں کہ اس زمین کا کاروبار اپنی مرضی کے مطابق چلائے۔

انسان از خود نہیں پیدا ہو گیا، اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس کی پیدائش کا ایک مقصد ہے۔ انسان خدا کی مخلوقات میں عظیم اور اشرف ہے اس لئے اس کی پیدائش کا مقصد بھی کوئی معمولی نہیں ہو سکتا۔ انسان کی پیدائش کا مقصد قرآن کے الفاظ میں خدا کی عبادت ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ[1] ۝

اللہ تعالیٰ کی صفاتِ حسنہ میں ایک صفت عدل ہے۔ عدل کا تقاضا ہے کہ نافرمان اور فرماں بردار بندوں کا انجام ایک نہ ہو، ہر انسان کو اس کے کیے کا بدلہ ملنا چاہیے۔ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى۔ انسان کے بعض اعمال کے نتائج تو اسی

---

[1] میں نے جنّ اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔

زندگی میں ظاہر ہو جاتے ہیں مگر بہت سے اعمال ایسے بھی رہ جاتے ہیں جن کا بدلہ یہاں نہیں ملتا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ظالم کو ظلم کی سزا نہیں ملتی اور مظلوم کی داد رسی نہیں ہو پاتی۔ اس لئے خدا نے ایک فیصلے کا دن مقرر کر دیا ہے جس دن ہر شخص کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ ملے گا، اسی کو ہم یوم جزا کہتے ہیں، یَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا سَعٰی۔

توحید اور رسالت کے بعد معاد کا تصوّر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کا ایک بنیادی عنصر ہے۔ باز پُرس اور جوابدہی کا ڈر اگر نہ ہو تو انسان جس کی سرشت میں تمرد اور سرکشی کا مادّہ موجود ہے شر و فساد برپا کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ مسؤلیت کا احساس اجتماع انسانی کی صلاح و فلاح کا سب سے بڑا ضامن ہے۔

انسان کی پیدائش کے متعلق اسلام نے جو تصور پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ تمام انسان ایک باپ ماں کی اولاد ہیں۔ قرآن کہتا ہے۔ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ[1]۔ اس تصور نے انسانیت کو نئی قدروں سے آشنا کیا اور معاشرتی زندگی میں اس کے نتائج بہت گہرے اور دور تک پہنچے ہیں۔ انسان کی ابتدا کے متعلق عہد جدید نے جو نظریہ قائم کیا ہے اس پر بحث کے ایک الگ مقالے کی ضرورت ہوگی۔ یہاں صرف اتنا کہنا کافی ہوگا کہ اس نظریے نے انسانی زندگی کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ یہ ان ٹھوکروں میں سے ایک ہے جو عہد جدید کے، ہدایتِ آسمانی سے بے نیاز دماغ نے کھائی ہے۔ یہ محض نظری' یا علمی مسئلہ نہیں رہا۔ بلکہ اس کی بنیاد پر بعض نظام قائم ہیں۔ اس نظریے نے زندگی اور باہمی روابط کے متعلق انسان کا مطمح نظر یکسر بدل کر رکھ دیا ۔۔۔

---

[1] اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے تم کو پیدا کیا نفس واحد سے، اور اس سے پیدا کیا اس کے جوڑے کو۔ اور ان دونوں سے پھیلایا بے شمار مردوں اور عورتوں کو اور ڈرو اللہ سے جس کا آپس میں واسطہ دیتے ہو اور خبردار رہو رشتوں سے۔

ڈارون کے نظریۂ ارتقار میں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی کتاب میں مذکور قصّہ تخلیقِ آدم میں وہی فرق ہے جو مشرق و مغرب میں۔ ڈارون کا نظریہ انسان کو ایک بے مقصد حیوان سے زیادہ نہیں بناتا۔ اس کے برعکس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی پیدائش کا جو قصّہ بتایا ہے وہ پوری انسانیت کو ایک برادری اور ایک کنبہ ٹھہراتا ہے۔ کُلُّکُمْ مِنْ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَاب۔

خاتمۃُ الکلام یہ کہ انسان اور خدا، انسان اور کائنات، انسان اور انسان، ان سہ گانہ تعلقات کے صحیح یا غلط تصوّر ہی پر انسانی زندگی کے بناؤ بگاڑ کا دار و مدار ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام عبارت ہے انہی تعلقات کی صحیح نوعیت کی تعیین کا۔

مولانا عبید اللہ سندھی

مُصنّفہ:- پروفیسر محمد سرور

مولانا مرحوم کے حالاتِ زندگی، تعلیمات اور سیاسی افکار پر یہ کتاب ایک جامع اور تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ایک عرصے سے نایاب تھی۔ یہ کتاب دین، حکمت، تاریخ اور سیاست کا ایک اہم مرقع ہے۔

قیمت:- مجلد چھ روپے پچھتر پیسے

سندھ ساگر اکادمی

چوک مینار۔ انارکلی۔ لاہور